*** تقریر ***

تقریر بابت ایمان
وقت 5-7 منٹ

ایمان اور مؤمن

(قرآن کریم کے آئینہ میں)

(تقریر نمبر1)

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ وَذَكَرَ اللّٰهَ كَثِيْرًا (الاحزاب:22)

ایک دوسری جگہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا (النساء:137)

عاشق جو ہیں وہ یار کو مر مر کے پاتے ہیں
جب مر گئے تو اُسکی طرف کھینچے جاتے ہیں
یہ راہ تنگ ہے پہ یہی ایک راہ ہے
دلبر کی مرنے والوں پہ ہر دم نگاہ ہے

(درثمین)

پیارے سامعین! ”مشاہدات“ کے تحت یہ تاریخی کام ہوا کہ ایمان کی 70 سے اوپر شاخوں پر 21 تقاریر تیار ہو کر www.mushahedat.com کے ذریعہ منظرِ عام پر آچکی ہیں۔ الحمد للہ علیٰ ذالک۔ جنہیں ایمان اور مؤمن کے حوالے سے مزید 15 تقاریر کے ساتھ کتابی شکل دینے کا جب منصوبہ سامنے آیا تو اس خیال نے ذہن میں جگہ بنائی کہ ایمان کے معنوں اور اس کی تفسیر کا اصل منبع تو قرآن کریم ہے۔ کیوں نہ قرآن کریم کی کوکھ سے ایمان اور مؤمن پر چند تقاریر افادہ عام کے لیے تیار ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے متعدّد بار مؤمنوں کو ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا“ کہہ کر مخاطب فرمایا ہے۔ یہ خطاب اتنی بار ہوا ہے کہ ان تمام کا احاطہ ایک دو یا چند تقاریر میں ہونا مشکل ہے۔ اس لیے چند اہم امور کا تذکرہ چند ایک تقاریر میں ہو گا۔

اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو اپنے پر، اپنے رسول پر، اپنی کتاب پر، نبی پاکؐ سے پہلی کتب پر ایمان لانے کی تلقین فرمائی اور ساتھ ہی مؤمنوں کو وعید سنائی کہ جو بھی اللہ، اُس کے ملائکہ، کتب، رسول اور یومِ آخرت کا انکار کرے وہ دُور کی گمراہی میں بھٹک چکا ہے۔ جیسا کہ ہم تقریر کے آغاز میں سورۃ النساء آیت 137 میں سُن آئے ہیں۔ جس کا ترجمہ یہ ہے:

”اے لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لے آؤ اور اس کتاب پر بھی جو اس نے اپنے رسول پر اتاری ہے اور اس کتاب پر بھی جو اس نے پہلے اتاری تھی اور جو اللہ کا انکار کرے اور اس کے فرشتوں کا اور اس کی کتابوں کا اور اس کے رسولوں کا اور یومِ آخر کا تو یقیناً وہ بہت ہی دُور کی گمراہی میں بھٹک چکا ہے۔“

اس آیت کی ترکیب دیکھیں۔ اللہ تعالیٰ مؤمنوں کو ہی مخاطب کر کے ایمان لانے کی تلقین کر رہا ہے اور تاکید کر رہا ہے کہ گو آپ اِن امور پر ایمان لا کر مؤمن کہلا رہے ہیں لیکن بتاکید کہا جاتا ہے کہ اپنے ایمان کو مضبوط کرو اور ان پر ایمان لاؤ۔ اللہ تعالیٰ نے سورۃ النساء کی آیت 137 میں جن سات امور پر ایمان لانے کی تاکیدی ہدایت

کی ہے۔ اُن کو قرآن کریم میں مختلف جگہوں پر قدرے ترتیبِ مکانی کی تبدیلی اور کچھ کمی بیشی کے ساتھ ایمان لانے کی تاکید کی ہے بلکہ قرآن کریم میں سورۃ البقرہ کا آغاز اور اِس کا اختتام بھی مختلف دینی امور پر ایمان لانے کے ذکر سے کیا ہے۔ ان امور پر ایمان لانا اتنا ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اجتماعی طور پر ایمان لانے کے ذکر کے ساتھ ساتھ الگ الگ طور پر بھی ایمان باللہ، ایمان بالرسول، ایمان بالکتاب، ایمان بالملائکہ اور ایمان بالآخرہ کا ذکر فرمایا ہے۔ اگر مؤمن اِن پر پختگی سے ایمان لاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نصرت، مدد اور تائیدِ الٰہی کی ضمانت اِن الفاظ میں دیتا ہوئے فرماتا ہے "کَانَ حَقًّا عَلَیۡنَا نَصۡرُ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ" (الروم:48) کہ ہم پر مؤمنوں کی مدد کرنا فرض ہے۔

اللہ تعالیٰ کا کثرت سے ذکر کرنے سے کامیابی نصیب ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سورۃ الانفال آیت 46 میں مؤمنوں کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتا ہے۔ "وَاذۡکُرُوا اللّٰہَ کَثِیۡرًا لَّعَلَّکُمۡ تُفۡلِحُوۡنَ"۔ حضرت مصلح موعودؓ اس آیت کے تحت فٹ نوٹ میں تحریر فرماتے ہیں:

"اللہ کو بہت یاد کرنے سے اس کی صفات دل میں روشن ہوتی ہیں اور ایمان اور جرأت میں زیادتی ہوتی ہے۔"

اللہ پر ایمان ضروری ہے

سامعین! اللہ تعالیٰ نے سورۃ الحدید آیت 8 میں اللہ اور رسول پر ایمان لانے کی تلقین فرمائی ہے اور آیت 9 میں ان لوگوں کو مخاطب ہو کر خطاب فرمایا ہے کہ جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے جبکہ رسول اُن کو مسلسل اپنے ربّ پر ایمان لانے کی تلقین کرتے ہوئے فرماتا ہے کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے تم اللہ پر ایمان نہیں لاتے۔ اگر تم مؤمن ہو تو خدا تم سے ایک وعدہ لے چکا ہے یعنی فطرتِ صحیحہ میں خدا تعالیٰ پر ایمان لانا اور اس کی طرف جانا مخفی رکھا گیا ہے۔ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم اس قدر خواہش رکھتے کہ یہ لوگ اللہ پر ایمان کیوں نہیں لاتے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "لَعَلَّکَ بَاخِعٌ نَّفۡسَکَ اَلَّا یَکُوۡنُوۡا مُؤۡمِنِیۡنَ" (الشعراء:4) کیا تُو اپنے آپ کو ہلاک کر لے گا کہ یہ ایمان کیوں نہیں لاتے۔ اور اس کے بعد آیت 9 میں اللہ تعالیٰ نے حضرت محمدؐ کو تسلّی دی کہ تمہاری اتنی جدّوجہد کے باوجود بھی ان میں اکثر ایمان نہیں لائیں گے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

" پہلی بات یا خصوصیت جو ایک مؤمن کی بیان فرمائی گئی ہے وہ غیب پر ایمان ہے، اللہ تعالیٰ پر کامل ایمان کہ وہ سب قدرتوں والا ہے۔ جب یہ کامل ایمان ہوتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ بھی اپنے وجود کا پتہ ایک سچے مؤمن کو مختلف طریقوں سے دیتا ہے۔ اسی طرح فرشتوں پر ایمان ہے، مرنے کے بعد کی زندگی پر ایمان ہے، یہ سب ایمان کی مثالیں ہیں۔ پھر غیب پر ایمان یہ ہے کہ ہر حالت میں اپنے ایمان کو مضبوطی سے پکڑے رکھنا۔ نیک اعمال جو کرنے ہیں وہ کسی کو دکھانے کے لئے نہیں کرنے بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ ہر حالت میں مجھے دیکھ رہا ہے، ان پر عمل کرنا ہے۔ دشمنوں کا خوف یا کسی قسم کی روک یا نفسانی لالچیں اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے سے نہ روکیں۔ یہ ایمان کی مضبوطی کی پہلی شرط ہے۔"

(خطبہ جمعہ 13/ جولائی 2007ء)

مؤمنوں کے متعلق استغفار کی تعلیم

سامعین! اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جابجا مؤمنوں کو جہاں استغفار کی تلقین فرمائی ہے وہاں یہ بھی ذکر کر دیا کہ ملائکہ اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مؤمنوں کے لیے استغفار کرتے ہیں۔ اس سے مؤمنوں کے بلند مقام و مرتبہ کا علم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو وَاسۡتَغۡفِرُوا اللّٰہَ (المزمل:21) وَاسۡتَغۡفِرُوۡہُ (حم السجدہ:7) میں استغفار کرنے اور اللہ سے بخشش طلب کرنے کا حکم دیا ہے اور سورۃ ھود آیت 4 میں استغفار کے ساتھ توبہ کرنے، اُس کی طرف رجوع کا اضافہ کیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"نیز یہ کہ تم اپنے ربّ سے استغفار کرو پھر اس کی طرف توبہ کرتے ہوئے جھکو تو تمہیں وہ ایک مقرّرہ مدّت تک بہترین سامانِ معیشت عطا کرے گا اور وہ ہر صاحبِ فضیلت کو اس کے شایانِ شان فضل عطا کرے گا اور اگر تم پھر جاؤ تو یقیناً مَیں تمہارے بارہ میں ایک بہت بڑے دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں۔" (سورہ ھود:4)

پھر اللہ تعالیٰ نے سورۃ اٰل عمران آیت 136 میں فرمایا ہے کہ مؤمن جب غلطی کا ارتکاب کر بیٹھتے ہیں تو وہ اللہ کا ذکر اور استغفار کثرت سے کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

"نیز وہ لوگ جو اگر کسی بے حیائی کا ارتکاب کر بیٹھیں یا اپنی جانوں پر (کوئی) ظلم کریں تو وہ اللہ کا (بہت) ذکر کرتے ہیں اور اپنے گناہوں کی بخشش طلب کرتے ہیں اور اللہ کے سوا کون ہے جو گناہ بخشتا ہے اور جو کچھ وہ کر بیٹھے ہوں اس پر جانتے بوجھتے ہوئے اصرار نہیں کرتے۔" (اٰل عمران:136)

جیسا کہ ہم اوپر سُن آئے ہیں کہ اللہ پاک کے فرشتے نہ صرف مؤمن بندوں کے لیے استغفار کرتے اور ان کے لیے بخشش طلب کرتے ہیں بلکہ توبہ کرنے والے اور اُس کی راہ پر چلنے والے مؤمنوں کے حق میں فرشتے سفارش بھی کرتے ہیں کہ اِن کو معاف فرما اور دوزخ کے عذاب سے بچا۔(المؤمن:8)
سامعین! فرشتوں کے ذکر کے بعد اللہ تعالیٰ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہ فرماتا ہے کہ وہ مؤمنوں کے حق میں بخشش طلب کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔
”صرف وہی لوگ مؤمن کہلانے کے مستحق ہیں جو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاتے ہیں اور جب کسی قومی کام کے لیے اس (رسول) کے پاس بیٹھے ہوں تو اٹھ کر نہیں جاتے جب تک اس کی اجازت نہ لے لیں۔ وہ لوگ جو اجازت لے کر جاتے ہیں وہی اللہ اور اس کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں۔ پس جب وہ اپنے کسی اہم کام کے لیے تجھ سے اجازت لیں تو ان میں سے جن کے متعلق تو چاہے انہیں اجازت دے دے اور اللہ سے ان کے لیے بخشش مانگ اور اللہ یقیناً بہت بخشنے والا (اور) بار بار رحم کرنے والا ہے۔“(سورۃ النور:63)
اسی مضمون کو سورۃ ال عمران آیت 60 میں بھی بیان فرمایا گیا ہے۔ پھر جہاں تک مؤمنوں کے لیے استغفار کرنے کا تعلق ہے وہاں نبیؐ اور مؤمنوں کو مشرکین کے لیے استغفار کرنے سے روکا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔
”نبی اور مؤمنوں کی شان کے خلاف تھا کہ مشرکوں کے لیے استغفار کرتے، خواہ وہ قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہوں بعد اس کے کہ ان پر ظاہر ہو گیا کہ وہ دوزخی ہیں۔“

(سورہ التوبہ:113)

استغفار کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:
” یہ جو اللہ تعالیٰ رجوع کرتا ہے اپنے ایسے بندے پر جو کئے ہوئے گناہوں پر نادم بھی ہو اور اس کی معافی بھی مانگ رہا ہو تو ایک دو دفعہ تک محدود نہیں ہے۔ مستقل انسان استغفار کرتا رہتا ہے، مستقل اس سے معافی مانگتا رہتا ہے اور اللہ تعالیٰ بھی ہمیشہ اس کی نیت دیکھ کر اس کے گناہوں کو بخشتا رہتا ہے۔ یہ نہیں کہ ہر مرتبہ جان بوجھ کے گناہ کرتے چلے جاؤ بلکہ نیت ایسی ہو کہ شرمندگی ہو اور گناہوں سے بچنے کی کوشش بھی ہو تو پھر اللہ تعالیٰ بھی ہمیشہ معاف کرتا چلا جاتا ہے۔“اور جب تک کوئی گناہگار توبہ کی حالت میں اس کی طرف رجوع کرتا ہے وہ خاصہ اس کا ضرور اس پر ظاہر ہوتا رہتا ہے۔“

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 186-187 حاشیہ)

مؤمنوں کا نماز کے ساتھ بڑا گہرا تعلق ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ
”اس کے بعد قیامِ صلوٰۃ کا وہ مرکزی حکم دیا گیا جو سورۃ البقرہ کے احکام میں سب سے پہلا حکم ہے۔ مؤمن کی زندگی کا انحصار سراسر قیامِ صلوٰۃ پر ہی ہے اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی توفیق قیامِ صلوٰۃ ہی کے نتیجہ میں ملتی ہے“

(تعارف سورۃ لقمان از ترجمۃ القرآن صفحہ 710)

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے سورۃ البقرہ کی جس آیت کا حوالہ دیا ہے وہ آیت 4 ہے جس میں مؤمنوں کی علامت ”یُقِیۡمُوۡنَ الصَّلٰوۃَ“ کے الفاظ میں بیان فرمائی ہے۔ مؤمنوں کی ایک خوبصورت علامت یہ بیان ہوئی ہے کہ ”اَلَّذِیۡنَ ہُمۡ عَلٰی صَلَاتِہِمۡ دَآئِمُوۡنَ“(المعارج:24) کہ وہ اپنی نمازوں میں دوام اختیار کرتے ہیں۔ پھر فرمایا ”وَالَّذِیۡنَ ہُمۡ عَلٰی صَلَاتِہِمۡ یُحَافِظُوۡنَ“(المؤمنون:10) کہ وہ لوگ (یعنی کامل مؤمن) اپنی نمازوں کی حفاظت کرتے رہتے ہیں اِسی سورت کی آیت 3 میں مؤمنوں کی خشوع و خضوع سے نمازیں پڑھنے کا ذکر ہے۔
ہمارے پیارے امام حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:
” نمازوں کا قیام یہ ہے کہ ایک توجہ کے ساتھ اپنی نمازوں کی نگرانی رکھنا، ان میں باقاعدگی اختیار کرنا کیونکہ اگر نمازوں میں باقاعدگی نہیں ہے، کبھی پڑھی کبھی نہ پڑھی، کبھی نیند آرہی ہے تو عشاء کی نماز ضائع ہو گئی اور بغیر پڑھے سو گئے، کبھی گہری نیند سو رہے ہیں تو فجر کی نماز پر آنکھ نہ کھلی۔ بعض لوگ نماز چھوڑ دیتے ہیں حالانکہ اگر وقت پر آنکھ نہیں بھی کھلی تو جب بھی آنکھ کھلے فجر کی نماز پڑھنی چاہئے۔ سورج نکلے پڑھیں گے تو گھر والوں کے سامنے بھی شرمندگی ہو گی یا اپنے آپ کو احساس ہو گا اور ضمیر ملامت کرے گا کہ اتنی دیر سے نماز پڑھ رہا ہوں اور پھر اگلے دن اس احساس سے ایک مؤمن وقت پر اٹھنے کی کوشش کرتا ہے۔ پھر کام کرنے والے ہیں، کام کی

وجہ سے ظہر اور عصر کی نمازیں ضائع ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مؤمن تو وہ لوگ ہیں جو نمازوں کا قیام کرتے ہیں اور قیام کس طرح کرتے ہیں، عَلٰی صَلَاتِهِمْ دَآئِمُوْنَ (المعارج:24) اپنی نمازوں پر ہمیشہ قائم رہتے ہیں۔ اس میں باقاعدگی رکھتے ہیں، یہ نہیں کہ کبھی نماز ضائع ہو گئی تو کوئی حرج نہیں بلکہ آگے فرمایا کہ عَلٰی صَلَاتِهِمْ یُحَافِظُوْنَ (المعارج:35) نمازوں کی حفاظت پر کمربستہ رہتے ہیں۔ انسان جتنی کسی عزیز چیز کی حفاظت کرتا ہے، وہ نمازوں کی حفاظت عزیز ترین شے سے بھی زیادہ کرتے ہیں۔ ایک مومن نمازوں کی حفاظت اس سے بھی زیادہ توجہ سے کرتا ہے۔ اگر نماز ضائع ہو جائے تو بے چینی پیدا ہو جاتی ہے۔ یہ حالت ہو گی تو تب ایمان میں مضبوطی آئے گی۔ پھر باقاعدہ نماز پڑھنا ہی کافی نہیں بلکہ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (النساء:104)۔ یقیناً نماز مؤمنوں پر وقت مقررہ پر ادا کرنا ضروری ہے اور حقیقی مومن وہی ہیں جو نماز وقت پر ادا نہ ہو سکے تو بے چین ہو جاتے ہیں۔ کہتے ہیں ایک شخص کی ایک دن فجر کی نماز پر آنکھ نہیں کھلی، نماز قضاء ہو گئی، اس کا سارا دن اس بے چینی میں اور رو رو کر اور استغفار کرتے ہوئے گزرا۔ لگتا تھا کہ یہ غم اسے ہلاک کر دے گا، اگلے دن نماز کا وقت آیا، اس کو آواز آئی کہ اٹھو اور نماز پڑھو۔ اس نے پوچھا کون ہو تم؟ اس نے کہا میں شیطان ہوں۔ پوچھا کہ شیطان کا کیا کام ہے نماز کے لئے جگانے کا؟ تو اس نے جواب دیا کہ کل تم نے جو رو رو کر اپنی حالت بنائی تھی اور جتنا استغفار کیا اس پر اللہ تعالیٰ نے تم کو کئی گنا نماز کا ثواب دے دیا۔ میرا تو مقصد یہ تھا کہ تم ثواب سے محروم ہو جاؤ گے تو بجائے اس کے کہ تم کئی گنا ثواب لو اس سے بہتر ہے کہ میں تمہیں خود ہی جگا دوں اور تم تھوڑا ثواب حاصل کرو، اتنا ہی جتنا نماز کا ملتا ہے۔ نہیں تو پھر رو رو کے وہی حالت کرو گے اور پھر زیادہ ثواب لے جاؤ گے تو میرا مقصد تو پورا نہیں ہو گا۔ تو یہ نمازیں چھوڑنے والوں کا درد ہوتا ہے۔"

(خطبہ جمعہ 13/ جولائی 2007ء)

معزز سامعین! اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کو اپنی پیاری کتاب قرآن کریم میں لائحہ عمل دیا جس میں مادی اور روحانی زندگی گزارنے کے اصول بیان فرمائے، اُن کے ثمرات بیان فرمائے۔ اُن کو اپنی زندگیوں کو حسین سے حسین تر بنانے کے لئے جو ہدایات دیں۔ اُس سلسلہ میں مؤمنوں کے لئے خاتم الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور ابوالانبیاء حضرت ابراہیمؑ کے نمونے پیش کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ سورۃ الاحزاب آیت 22 میں فرماتا ہے۔ کہ

یقیناً تمہارے لئے اللہ کے رسول میں نیک نمونہ ہے ہر اس شخص کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت کی امید رکھتا ہے اور کثرت سے اللہ کو یاد کرتا ہے۔

اور سورۃ الممتحنہ آیت 5 میں حضرت ابراہیمؑ اور آپؑ کے ساتھیوں کو مؤمنوں کے لئے نمونہ قرار دیتے ہوئے فرمایا ہے۔ یقیناً تمہارے لئے ابراہیم اور ان لوگوں میں جو اُس کے ساتھ تھے ایک اُسوۂ حسنہ ہے۔ جب انہوں نے اپنی قوم سے کہا کہ ہم تم سے بیزار ہیں اور اُس سے بھی جس کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو۔ ہم تمہارا انکار کرتے ہیں اور ہمارے اور تمہارے درمیان ہمیشہ کی دشمنی اور بغض ظاہر ہو چکے ہیں یہاں تک کہ تم ایک ہی اللہ پر ایمان لے آؤ۔ سوائے اپنے باپ کے لیے ابراہیم کے ایک قول کے (جو ایک استثناء تھا) کہ میں ضرور تیرے لئے بخشش کی دعا مانگوں گا حالانکہ میں اللہ کی طرف سے تیرے بارہ میں کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا۔ اے ہمارے ربّ! تجھ پر ہی ہم توکّل کرتے ہیں اور تیری طرف ہی ہم جھکتے ہیں اور تیری طرف ہی لوٹ کر جانا ہے۔

سامعین! مؤمنوں کو اللہ تعالیٰ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ قرار دیتے ہوئے فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَ فِیْ سَبِیْلِهٖ صَفًّا کَاَنَّهُمْ بُنْیَانٌ مَّرْصُوْصٌ (الصف:5) کہ یقیناً اللہ ان لوگوں سے محبت کرتا ہے جو اس کی راہ میں صف بستہ ہو کر قتال کرتے ہیں گویا وہ ایک سیسہ پلائی ہوئی دیوار ہیں۔

یعنی مؤمن ہمیشہ صف بندی کر کے اللہ کی راہ میں قتال کرتے ہیں۔ جس کو خدا تعالیٰ پسند کرتا ہے۔ صف بندی بنائے مؤمن ایسے لگتے ہیں کہ وہ مضبوطی میں ایسی دیوار بن جاتے ہیں جس میں سیسہ پگھلا کر ڈالا گیا ہو۔ اِن الفاظ میں مؤمنوں کی عظیم شان بیان ہوئی ہے کہ مؤمن جب کفّار کے مقابل ایسے کھڑے ہوتے ہیں جن کو کوئی لشکر شکست نہیں دے سکتا۔ یہ صرف خلافت کے تحت ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں پر ابتلاؤں اور آزمائشوں کا ذکر بھی کیا ہے۔ جیسے سورۃ العنکبوت آیت 3 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَحَسِبَ النَّاسُ اَنْ یُّتْرَکُوْٓا اَنْ یَّقُوْلُوْٓا اٰمَنَّا وَهُمْ لَا یُفْتَنُوْنَ۔ یعنی کیا لوگ یہ گمان کر بیٹھے ہیں کہ یہ کہنے پر کہ ہم ایمان لے آئے وہ چھوڑ دیئے جائیں گے اور آزمائے نہیں جائیں گے؟

اللہ تعالیٰ نے مؤمنوں کی آزمائش کا ہی ذکر نہیں کیا بلکہ اِس کی وجہ بھی وَنَبْلُوَاْ اَخْبَارَکُمْ تا ہم تمہارے احوال کو پرکھ لیں میں بیان کر دی ہے۔ اسی پر بس نہیں بلکہ مصائب اور آزمائش آنے پر مؤمنوں کا طریق کار بھی بیان کر دیا کہ وہ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْهِ رٰجِعُوْنَ کہہ دیتے ہیں۔ مصائب، مشکلات اور سختیاں انسان کو مضبوط بنا دیتی ہیں۔ شاعر نے بھی اس مضمون کو "یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے" میں بیان کیا ہے۔ پرندے جو مخالف سمت سے آنے والی ہواؤں کو جب چیرتے ہوئے سفر کرتے

ہیں تو وہ بہت مضبوط ہو جاتے ہیں۔ ان کا گوشت بھی مقوّیٔ غذا ہو جاتا ہے۔ ٹراؤٹ فش جو مخالف سمت سفر کرتی ہے۔ وہ بھی اتنی طاقت اپنے اندر جمع کر لیتی ہے کہ کھانے والوں کو بھی طاقتور بنا دیتی ہے۔ روحانی دنیا میں یہ سب کام اللہ تعالیٰ سے تعلق کی بناء ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں "زمین تمہارا کچھ بگاڑ نہیں سکتی۔ اگر تمہارا آسمان سے پختہ تعلق ہے"

سامعین! مؤمنوں کی اسی خوبی کی وجہ سے مؤمنوں کے لئے نہ ختم ہونے والے اجر کا ذکر سورۃ التین آیت 7 میں اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ کہ جہاں وہ انسانوں کو احسن تقویم کی پیدائش عطا کرنے کے بعد اسفل السافلین کا ذکر کرتا ہے تو ساتھ ہی اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَلَهُمْ اَجْرٌ غَيْرُ مَمْنُوْنٍ کی ضمانت دے کر مؤمنوں کو اس سے مستثنیٰ کر دیتا ہے اور اِس میں نہ رکنے والے اجر کی بھی ضمانت دیتا ہے لیکن ایک جگہ پر مؤمنوں کو ثابت قدم رہنے پر جو اجر ملنے والا ہے اُس کا ذکر اللہ تعالیٰ سورۃ حٰم السّجدہ آیات 31-33 میں کرتے ہوئے فرماتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ ۔ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَلَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ ۔ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ۔

یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کہا اللہ ہمارا ربّ ہے، پھر استقامت اختیار کی، اُن پر بکثرت فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ خوف نہ کرو اور غم نہ کھاؤ اور اس جنت (کے ملنے) سے خوش ہو جاؤ جس کا تم وعدہ دیئے جاتے ہو۔ ہم اس دنیوی زندگی میں بھی تمہارے ساتھی ہیں اور آخرت میں بھی۔ اور اس میں تمہارے لئے وہ سب کچھ ہو گا جس کی تمہارے نفس خواہش کرتے ہیں اور اس میں تمہارے لئے وہ سب کچھ ہو گا جو تم طلب کرتے ہو۔ یہ بہت بخشنے والے (اور) بار بار رحم کرنے والے کی طرف سے مہمانی کے طور پر ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لانے کے بعد ثابت قدم رہے خوب کھول کر تعریف کی ہے اور مختلف مثالوں سے دیگر مؤمنوں کو بھی اللہ اور اُس کے رسول کی خاطر قربانیاں دینے والا بنایا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرعون کی بیوی اور حضرت مریم کی مثال مؤمنوں سے دے کر نہ صرف ان کی حوصلہ افزائی فرمائی ہے بلکہ اَوروں کو بھی اِن کی تقلید کرنے کی دعوت دی ہے۔ سورۃ التحریم آیات 12 تا 13 میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا امْرَاَتَ فِرْعَوْنَ ۔ اِذْ قَالَتْ رَبِّ ابْنِ لِيْ عِنْدَكَ بَيْتًا فِي الْجَنَّةِ وَنَجِّنِيْ مِنْ فِرْعَوْنَ وَعَمَلِهٖ وَنَجِّنِيْ مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۔ وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ الَّتِيْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا وَصَدَّقَتْ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَكُتُبِهٖ وَكَانَتْ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ ۔

کہ اللہ نے اُن لوگوں کے لئے جو ایمان لائے فرعون کی بیوی کی مثال دی ہے۔ جب اس نے کہا اے میرے ربّ! میرے لئے اپنے حضور جنت میں ایک گھر بنا دے اور مجھے فرعون سے اور اس کے عمل سے بچا لے اور مجھے ان ظالم لوگوں سے نجات بخش۔ عمران کی بیٹی مریم کی (مثال دی ہے) جس نے اپنی عصمت کو اچھی طرح بچائے رکھا تو ہم نے اس (بچے) میں اپنی روح میں سے کچھ پھونکا اور اس (کی ماں) نے اپنے ربّ کے کلمات کی تصدیق کی اور اس کی کتابوں کی بھی اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھی۔

نیز اوپر بیان ہونے والی مؤمنوں کی خصوصیات کی بناء پر اللہ تعالیٰ کا مؤمنوں پر یہ بھی کرم ہے کہ جب مڈھ بھیڑ ہوتی ہے تو مؤمنوں کو کفّار تھوڑی تعداد میں دکھاتا ہے اور کفّار کو مؤمن زیادہ تعداد میں تا مسلمانوں میں مقابلے کی ہمت پیدا ہو اور حوصلہ بلند ہو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں با عمل مومن بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

(کمپوزڈ: تمثیل احمد، جہانزیب قریشی۔ بیلجیئم)